دوروز قطر میں

(پہلا حصہ)

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

گزشتہ مہینے کا بیشتر حصہ سفر میں گزرا، حرمین شریفین کے سفر سے 29 اکتوبر کی شام واپسی ہوئی اور 31 اکتوبر کی صبح ملتان سے قطر ائیرویز کے ذریعے دوحہ (قطر) کے لئے روانگی ہوئی۔

خوشی کی بات یہ ہے کہ اب ملتان الحمدللہ پوری دنیا سے جڑ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ملتان ائیرپورٹ انٹرنیشنل ہونے اور بین الاقوامی پروازوں کے یہاں آنے سے نہ صرف یہ کہ ملتان شہر بلکہ اس کے قرب و جوار اور اس کے مضافات جنوبی پنجاب بلکہ پاکستان کے چاروں صوبوں کے رہنے والوں کی بڑی تعداد کو ایک بہت بڑی سہولت مہیا ہوئی ہے، اس لئے کہ ملتان پاکستان کے تقریباً وسط میں واقع ہے۔ ملتان جو ایک قدیم شہر ہے، اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ پاکستان کا تاریخی شہر ہے۔ یہاں محمد بن قاسم تشریف لائے اور اسی طرح بہت سے تاریخی حوالوں سے اہم شہر ہے۔ اس کی اہمیت یہ بھی ہے کہ یہ سینٹر آف پاکستان ہے۔ حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جب جامعہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ کے لئے تشریف لاتے تو وہ اپنی تقریر میں کبھی کبھی ایک شعر پڑھا کرتے تھے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ: ''ہم لاہور گئے، دلی گئے، اسلام آباد گئے، جہاں بھی گئے راہ میں ملتان آیا۔''

بہرحال سابق وزیراعظم یوسف رضا گیلانی کی کاوشوں سے ملتان کے ائیرپورٹ کو انٹرنیشنل ائیرپورٹ کا درجہ ملا اور اہل علاقہ کو بہت بڑی سہولت ملی۔ پہلے جو لوگ حج یا عمرہ کے لیے لاہور، اسلام آباد یا کراچی جاتے اور وہاں جا کر احرام باندھتے تھے اب اپنے گھر سے احرام باندھ کر حج یا عمرہ کے لیے جاتے ہیں۔

قطر کے لیے ملتان سے ہمارا براہ راست قطر ایئرویز کے ذریعے دوحہ جانا ہوا۔ منگل 31 اکتوبر کو روانہ ہوئے۔ ڈیڑھ دو گھنٹے کی پرواز کے بعد تقریباً ساڑھ گیارہ بجے ہم دوحہ ائیرپورٹ اترے۔ احباب وہاں استقبال کے لئے موجود تھے۔ یہاں سے سیدھا ہوٹل جانا ہوا، قیام وہیں تھا۔ مولانا سعید الرحمٰن صاحب نے ظہرانے کا اہتمام کر رکھا تھا۔ ہمارا قطر کا یہ دوسرا سفر تھا، اس سے قبل فروری 2016ء میں جانا ہوا تھا۔

آگے بڑھنے سے قبل قطر کا تعارف کراتا چلوں، قطر خلیجی ریاستوں میں ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ جزیرۂ

عرب کے نقشے پر نظر دوڑائیں تو اس کے مشرقی کنارے پر ایک چھوٹا سا جزیرہ نما خلیج فارس میں نظر آتا ہے۔ دورِ نبوت میں اسے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے اسلام کی روشنیوں سے منور کیا تھا۔ یہ ان خوش نصیب خطوں میں سے ہے، جسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر نگیں رہنے کا شرف حاصل رہا۔ قطر کے مشرق اور شمال میں خلیج عرب و فارس، مغرب میں خلیج بحرین جبکہ جنوب میں سعودی عرب ہے۔ کل رقبہ 11437 مربع کلومیٹر ہے۔ سعودی عرب کے ساتھ اس کی سرحد 60 کلومیٹر ہے۔ جبکہ 563 کلومیٹر طویل خلیج فارس و بحرین کا ساحل ہے۔ 2016ء کے اعداد و شمار کے مطابق آبادی کا تخمینہ 20 لاکھ ہے، جس کا چالیس فی صد حصہ عرب ہیں۔ قطر، برطانیہ کی نو آبادیات میں شامل تھا۔ 1971ء میں اسے برطانیہ سے آزادی ملی۔ قانون شریعت اور سول لاء کوڈ پر مبنی ہے۔ نظام مملکت بادشاہت پر مبنی ہے۔ جو موروثی طریقہ پر چلتی ہے۔ پہلے یہ ایک پسماندہ علاقہ تھا۔ لیکن تیل و گیس کی دریافت کے بعد اب قطری معیشت دنیا کی مضبوط ترین معیشتوں میں شمار ہوتی ہے۔

1992ء میں قطر نے امریکا کے ساتھ ایک سیکورٹی معاہدہ کیا جو تا حال زیر عمل ہے۔ اس معاہدے کی رُو سے قطر کا دفاع امریکا کی ذمہ داری ہے۔ قطر میں خطے کا سب سے بڑا فوجی اڈا موجود ہے۔ رواں برس سعودی عرب نے قطر پر اقتصادی پابندیاں عائد کر کے قطر کے ساتھ اپنی سرحد بند کر دی ہے، جس سے قطری معیشت کو جھٹکا لگا ہے۔ یہ قطر کا ایک مختصر تعارف ہے۔

قطر میں ہمارا تقریباً دو دن کا قیام تھا۔ اس کے بعد ہمیں ترکی کے لئے روانہ ہونا تھا۔ یہاں پورا وقت مصروف گزرا۔ قطر کی اہم شخصیات سے ملاقاتیں ہوئیں۔ مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال بھی ہوا۔ بات چیت کے دوران قطر بائیکاٹ کے حوالے سے بھی گفتگو ہوئی۔ راقم نے وہاں کے باشندوں میں اضطراب اور بے چینی محسوس کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قطر کا زمینی بارڈر صرف سعودی عرب سے ملتا ہے۔ مملکت کے لئے خوراک اور دیگر بہت سی اشیاء کا زیادہ تر انحصار سعودی عرب پر ہی تھا۔ اگرچہ قطر کو بہت بڑی مشکلات درپیش نہیں آئیں، پھر بھی مشکلات ہیں۔ بندہ کا خیال ہے کہ مسلم ممالک میں سے کچھ کو آگے بڑھ کر اس بحران کے حل کی ذمہ داری اٹھانی چاہئے۔ دونوں طرف مسلم ملک ہیں اور افہام و تفہیم کا ضرور کوئی راستہ نکالنا چاہئے۔

قطر قیام کے دوران مرکز عبداللہ بن مسعود بھی جانا ہوا۔ مرکز عبداللہ بن مسعود ایک منفرد تعلیمی ادارہ ہے۔ یہاں درس نظامی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس مدرسہ میں قطر کے اہل علم جو حکومتی حلقوں میں بھی اثر و رسوخ رکھتے ہیں یہاں پڑھاتے ہیں۔

بدھ کی شام مولانا حفیظ الرحمن صاحب نے بندہ کے اعزاز میں ایک بڑے عشائیہ کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ اس عشائیہ میں بڑی تعداد میں علماء، تجار اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے احباب شریک تھے۔ اگلے روز جمعرات ہماری استنبول کے لئے روانگی تھی۔ روانگی سے قبل صبح، جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ میں طلبہ اور اساتذہ سے گفتگو کا

موقع ملا۔ میں نے ان حضرات کواس بات کی ترغیب دی کہ آپ وفاق المدارس سے الحاق کریں۔ آپ کا تعلیمی سلسلہ وفاق سے قائم ہونا چاہئے۔ وفاق آپ کے تعلیمی نصاب کو دیکھ کر اور مجلس عاملہ اس پر غور کر کے امتحانات کا انعقاد بھی کر سکتا ہے۔

مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب کے مدرسہ میں بھی بدھ کی شام کو بیان ہوا تھا۔ دینی مدارس کو جو مسائل درپیش ہیں ان کا تذکرہ ہوا۔ دینی تعلیم کی ضرورت واہمیت پر بات ہوئی۔ میرے بیان کا خلاصہ یہ تھا کہ:

''موجودہ عالمی حالات کے تناظر میں خصوصاً سقوط کابل کے بعد ہم نے یہ پالیسی اختیار کی تھی کہ ہم دینی مدارس، دینی تعلیم اور اسلامی اقدار وروایات کے تحفظ کے لئے تصادم، محاذ آرائی اور ٹکراؤ سے گریز کریں گے۔ ہم مزاحمت کا راستہ اختیار نہیں کریں گے، بلکہ مفاہمانہ انداز میں چلیں گے۔ ہمارے نزدیک اس وقت اور آج کے حالات کا یہی تقاضا تھا، کیوں کہ اِس وقت بھی ہم اسی طرح کے حالات سے گزر رہے ہیں جو مکی دور میں پیش آئے تھے۔ اس لئے ہم اپنی قوت کو ضائع نہیں کریں گے بلکہ محفوظ رکھیں گے اور جو بھی مسئلہ ہوگا وہ ہم بات چیت اور مذاکرات سے حل کریں گے۔ افہام وتفہیم اور ڈائیلاگ سے آگے بڑھیں گے۔ ہم تصادم کی راہ اختیار کر کے اپنی قوت کو ضائع نہیں کریں گے۔ یہ ہماری بنیادی پالیسی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج کے عالمی حالات کے تناظر میں عالم اسلام کو یہی راستہ اختیار کرنا چاہئے۔

ہم نے جو راستہ اختیار کیا اور جو پالیسی اپنائی، اس میں ہمارے پاس دلیل کی قوت موجود ہے۔ جب بھی کوئی بحران آیا ہم نے اس کا مقابلہ منطق، استدلال اور برہان سے کیا ہے۔ میں یہ کہا کرتا ہوں کہ ہم بحران کا مقابلہ برہان سے کرتے ہیں، اور تاریخ بتاتی ہے کہ بحران کو ہمیشہ برہان کے مقابلے میں شکست ہوئی ہے اور برہان کی ہی جیت ہوئی ہے۔ یہی وہ برہان ہے جس کے بارے میں قرآن پاک میں بار بار آیا ہے ''ہاتو برہانکم ان کنتم صادقین''۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ دینی قوتوں کو اور امت مسلمہ کو یہی حکمت عملی اختیار کرنی چاہئے۔

دوسری جو ہم نے پالیسی اختیار کی تھی دینی مدارس اور تعلیمی ورثے کی حفاظت کے لئے وہ اتحاد اور اتفاق ہے، کہ ہم تمام مکاتب فکر کو ساتھ لے کر چلیں گے۔ چناں چہ ہم ہی نے آگے بڑھ کر اور کوشش کر کے تمام مسالک کے تعلیمی وفاقوں کے اتحاد کے لئے کوشش کی اور اتحاد تنظیمات مدارس کا پلیٹ فارم وجود میں آیا۔ تمام مسالک کو اپنے ساتھ ملایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں بھی کوئی دباؤ آیا انہوں نے ہماری آواز میں آواز ملائی اور ہمارے قدم سے قدم ملائے۔ ہم نے اپنے مسائل کو انفرادی کی بجائے اجتماعی مسئلہ بنایا۔ ان بنیادوں پر اب تک الحمد للہ ہمیں کامیابی ہوئی، اصل تو اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے، اسباب کے درجے میں یہ اتحاد واتفاق ہمارے لئے کارآمد ثابت ہوا ہے۔

امت مسلمہ کے لئے بھی یہی ہے کہ وہ حکمت کا راستہ اختیار کرے۔ میں نے وہاں یہ بھی کہا کہ یہاں پر جو اہل علم ہیں ان کو چاہئے کہ وہ اپنے مطالعے کو وسعت دیں اور مسجد کی عظمت کو دوبارہ بحال کریں۔ لوگوں کو حکمت

کے ساتھ دین کی دعوت دیں۔ انبیاء کرام کی زبان دلیل اور محبت کی زبان تھی، دھمکی کی نہیں تھی۔ آپ کی زبان بھی دلیل اور محبت کی ہونی چاہئے۔ قرآن کا مطالعہ کریں تو فرعون دھمکی دیتا نظر آتا ہے اور کہتا ہے کہ "لاصلبنكم في جذوع النخل۔"...... یہ دھمکی کا لہجہ ہمیں زیب نہیں دیتا۔

میں نے وہاں طلبہ سے مخاطب ہو کے کہا کہ آپ طالب علم جو علم دین پڑھنے آئے ہیں گویا آپ مسافران جنت ہیں۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "من سلك طريقاً يلتمس فيه علماً سهّل الله له به طريقاً الى الجنة" (رواہ الترمذی) تو علم دین کا راستہ درحقیقت جنت کا راستہ ہے۔ تو آپ جنت کے راستے پر آتے ہیں، آپ یوں سمجھا کریں میں گھر سے مدرسہ نہیں جا رہا جنت جا رہا ہوں۔ اب یہ جنت کی شاہراہ ہے۔ یہ بھی یاد رکھیے سفر کے لئے ہر مسافر کو زادراہ چاہئے ہوتا ہے۔ اس سفر کا زادراہ پہلے نمبر پر اخلاص ہے، اسی لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پہلی حدیث "انما الاعمال بالنيات" لائے اور بتا دیا کہ ایمان، علم اور اعمال ان چیزوں کی بنیاد اخلاص پر ہے۔ دوسرے نمبر پر اس کا زادہ راہ تقویٰ ہے۔ تیسرے نمبر پر اس راستے کا سامان ادب ہے۔ نمبر چار محنت اور نمبر پانچ اپنے وقت کی قدر ہے۔ ان پانچ چیزوں کا آپ خیال رکھیں گے تو ان شاء اللہ کامیاب ہوں گے۔ آپ خوش نصیب ہیں کہ اس ملک میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک مضبوط ادارہ دیا ہے۔ آپ خوب محنت کریں اور اس میں آپ کی جو بھی خدمت ہو سکی ہم کریں گے۔"

الحمد للہ بیان بہت توجہ سے سنا گیا۔ (جاری ہے)

بقیہ: المدونة الجامعه کی اشاعت

علماء اور محققین کے لئے ایک پرمسرت واقعہ

راقم الحروف نے کام کی ایک ایک حدیث اور ایک ایک طرق کی مراجعت کی ہے اور مشورے دیے ہیں اور اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے یہ کام جو بڑی بڑی اکیڈمیوں کا کام تھا، سادگی کے ساتھ انجام پا رہا ہے۔ قارئین سے اس دعاء کی درخواست ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے صدق واخلاص کے ساتھ بعافیت پایہ تکمیل تک پہنچائیں، کیونکہ اب بھی جو کام باقی ہے، اس کا حجم بہت بڑا ہے اور اندازہ یہ ہے کہ کام کی تکمیل کم از کم چالیس جلدوں تک جائے گی اور ہو سکتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ۔ اس وقت پہلی جلد شائع کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بہر حال یہ ایک بشری کوشش ہے اور اس میں فروگزاشتیں بھی ہو سکتی ہیں، اہل علم اور خاص طور پر علم حدیث سے مناسبت رکھنے والے حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اس کوشش کا جائزہ لے کر اگر کوئی مفید مشورے ذہن میں آئیں، تو ان سے مطلع فرمائیں۔ فی الحال بیروت سے بہت محدود تعداد میں نسخے ہوائی جہاز کے ذریعے پہنچے ہیں، اور باقی بحری جہاز سے منگوائے جا رہے ہیں، جن کے پہنچنے میں ایک دو مہینے لگ سکتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس متواضع کوشش میں برکت عطاء فرما کر اسے حدیث پاک کی خدمت کا ایک اہم سنگ میل بنا دیں اور یہ آنے والی نسلوں کے لئے حدیث کی جامع ترین مرجع کی حیثیت اختیار کر لے۔ آمین ثم آمین۔